

معاشرہ کی اصلاح سے متعلق خصوصی تحریر

اتحاد و اتفاق کے لیے مساجد، مدارس اور خانقاہوں کا کردار

Ketabton.com

تحریر

مولانا احمد علی مردانی

جامعہ المدینہ الاسلامیہ، اسلام آباد، محمد یونس، بنوری، نانکھڑی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

معاشرہ کی اصلاح سے متعلق خصوصی تحریر

اتحاد و اتفاق

کے لیے مساجد، مدارس اور خانقاہوں کا کردار

تحریر

مولانا احمد علی مردانی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمہید

اسلام کی اصل بنیاد وحدت ہے فرقہ نہیں، جمع ہے تفریق نہیں، اجتماع ہے انقسام نہیں، اتحاد ہے فرقہ واریت نہیں۔ اتفاق و اتحاد ایک ایسی چیز ہے جس کے محمود و مطلوب ہونے پر دنیا کے تمام انسان خواہ وہ کسی بھی ملک اور کسی بھی زمانے ہوں، کسی بھی مسلک و مذہب سے تعلق رکھتے ہوں سب کا اتفاق ہے، اس میں دورائے ہونے کا امکان نہیں۔ دنیا میں شاید ہی کوئی ایک آدمی بھی ایسا نہ ہو جو لڑائی جھگڑے کو بذاتہ مفید اور بہتر جانتا ہو۔ اس لیے دنیا کی ہر اک جماعت ہر ایک پارٹی لوگوں کو متفق کرنے کی دعوت دیتی ہے۔ اہل یورپ بھی اتفاق و اتحاد کی دعوت دیتا ہے مگر ان کی یہ دعوت صرف اور صرف دنیاوی اغراض و مقاصد کے لیے ہے مسلمان جب اتفاق و اتحاد کی طرف دعوت دیتا ہے تو وہاں فقط صرف دنیاوی اغراض و مقاصد کے لیے اتحاد و اتفاق مراد نہیں ہوتا بلکہ اتفاق دین و دنیا دونوں حیثیتوں سے مطلوب ہوگا۔

اتحاد و اتفاق کا مفہوم

لفظ اتحاد عربی زبان کا لفظ ہے اسم مذکر ہے جس کا معنی ایکا، دوستی و اخلاص

کے آتا ہے (فرہنگ آصفیہ) اتحاد و اتفاق کا لفظ انتہائی رواں فریق کا متضاد ہے۔ اتحاد کا لفظ وہاں بولا جاتا ہے جہاں پر کئی افراد کا مجموعہ موجود ہوں اور اُن میں اجتماعیت پائی جائے۔ اسی بات کی نسبت جب انسانوں کی طرف کی جائے تو اُسے ہم معاشرے کے افراد کا اتحاد کہہ سکتے ہیں۔ اگر یہی لفظ امت مسلمہ کی طرف منسوب کی جائے تو اُسے ہم امت مسلمہ کے اتحاد کے نام سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ معاشرے کے تمام افراد اس بات پر تمام ادوار میں متفق نظر آئے ہیں کہ یہ ایک مدوح صفت ہے۔ یہی وہ قوت ہے جس کی وجہ سے انسان ہر مشکل سے مقابلہ کر سکتا ہے۔ یہی وہ قوت ہے جس کی وجہ سے مشکل سے مشکل معاملہ آسان بن جاتا ہے۔ یہی وہ قوت ہے جس نے ایک حقیر مخلوق یعنی چونٹویوں کو ضرب المثل بنا دیا۔ اتفاق و اتحاد معاشرے کا حسن ہے۔ اتفاق و اتحاد معاشرے کے سکون و اطمینان کا ذریعہ ہے۔ اتفاق و اتحاد ہر معاشرے کی ضرورت ہے۔ جس کے بغیر معاشرہ کامیابی کے منازل طے نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم اور احادیث مطہرہ میں اتفاق و اتحاد اختیار کرنے کی صفت بیان کی گئی ہے اور عدم اتفاق کو مذموم فعل قرار دیا ہے۔ ذیل میں ہم اولاً ہم قرآنی آیات کے حوالوں سے اتفاق کی اہمیت کو اجاگر کریں گے اور پھر

احادیث مطہرہ کی روشنی میں اتحاد و اتفاق کی اہمیت بیان کریں گے۔

اتفاق و اتحاد اور قرآنی تعلیمات

(1) واعتصموا بحبل اللہ ولا تفرقوا واذکروا نعمۃ اللہ

علیکم اذکنتم اعداءً بالف بین قلوبکم فاصبحتم

بنعمتہ اخواناً (سورۃ العمران، پارہ نمبر ۴، آیت نمبر ۱۰۳)

ترجمہ: اور مضبوط پکڑے رہو اللہ تعالیٰ کے رسی کو (یعنی اللہ تعالیٰ کے دین

کو جس میں اصول و فروع سب آگئے) اور باہم نا اتفاقی مت کرو (جس کی

دین اسلام میں ممانعت بھی ہے) اور تم پر جو اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا ہے اس کو

یا د کرو جب تم باہم دشمن تھے پس اللہ تعالیٰ نے تمہارے قلوب میں (ایک

دوسرے کی) الفت و محبت ڈال دی سو تم اللہ تعالیٰ کے اس انعام (تالیف

قلوب) سے آپس میں بھائی بھائی (کی طرح) ہو گئے۔ (بیان القرآن)

تشریح: قرآن کریم کی آیت مذکورہ میں اتحاد و اتفاق کو لانے اور افتراق کو

مٹانے کا نسخہء کسیر اس طرح بتلایا گیا ہے کہ: **واعتصموا**

بحبل اللہ جمیعاً، یعنی اللہ تعالیٰ کی رسی کو سب مل کر مضبوط تھامو

۔ اللہ تعالیٰ کی رسی سے مراد قرآن کریم ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی

اللہ عنہما نقل ہیں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: „

کتاب اللہ هو حبل اللہ الممدود من السماء الی الارض ، یعنی کتاب اللہ ، اللہ تعالیٰ کی رسی ہے جو آسمان سے زمین تک لٹکی ہوئی ہے۔ (ابن کثیر) اہل علم کے بقول قرآن کریم یا دین کو ،، رسی ،، سے اس لیے تعبیر کیا گیا کہ یہی وہ رشتہ ہے جو ایک طرف اہل ایمان کا تعلق اللہ تعالیٰ سے جوڑتا ہے تو دوسری طرف تمام اہل ایمان کو باہم ایک جماعت بناتا ہے۔ اتفاق و اتحاد کی اختیار کرنے کے حکم ساتھ مزیدیوں ارشاد فرمایا کہ ،، **ولا تفرقوا** ،، باہمی افتراق سے بچو ،، اس سے معلوم ہوا کہ تفرقہ بازی **اعتصام بالکتاب والسنة** کا ضد ہے۔ امت مسلمہ جب تک کتاب و سنت کے ساتھ اعتصام کا حق ادا کرے گی، تفرقہ سے بچی رہے گی اور جب یہی امت مسلمہ اعتصام بالکتاب والسنة سے کٹے گی اور دوری اختیار کرے گی تو تفرقہ، امتثا اور عداوت کا شکار ہوگی۔ جس کی وجہ سے اُسے ہر طرف ناکامی کے سوا کچھ بھی نہیں ملے گا۔ مفتی اعظم پاکستان حضرت اقدس مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور زمانہ تفسیر معارف القرآن میں اس آیت کریمہ کے ذیل میں یوں تحریر فرماتے ہیں کہ:

قرآن کریم نے نہایت جامعیت کے ساتھ اعتصام بحبل اللہ کا حکم دیا ہے

اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑنے کا حکم سب مسلمانوں کو دیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب سب مسلمان مل کر اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑیں گے تو افتراق کی گنجائش نہیں رہے گی جہاں اعتصام بحبل اللہ ہوگا وہاں افتراق کی گنجائش نہ ہوگی اور اس کے برعکس افتراق کی صورت میں اعتصام بحبل اللہ سے محرومی یقینی ہے۔

(2) انما المؤمنون اخوة فاصلحوا بین اخویکم
واتقوا اللہ لعلکم ترحمون (الحجرات، آیت نمبر ۱۰)

ترجمہ : مسلمانوں تو آپس میں بھائی ہے سو اپنے بھائیوں کے درمیان اصلاح کر دیا کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو تا کہ تم پر رحم کی جائے۔

تشریح :- اس آیت کریمہ میں بھی باہمی اتفاق و اتحاد کا عند اللہ محبوب و پسندیدہ ہونا اور باہمی نزاع کا ناپسندیدہ ہونا معلوم ہوا، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ باہمی اتفاق سبب رحمت اور باہمی نزاع رحمت سے محرومی کا باعث ہے۔ جس سورت مبارکہ سے یہ آیت مبارکہ نقل کیا گیا ہے اُس سورت مبارکہ کا نام سورت الحجرات ہے۔ حجرات حجرۃ کی جمع ہے جس کا معنی کمرہ یا مکان ہوتا ہے۔ یہ سورت ہجرت کے بعد مدنی زندگی میں سورۃ مجادلہ کے بعد نازل ہوئی۔ اس سورت کی اٹھارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں۔ اہل علم نے

مندرجہ بالا آیت کریمہ کی توضیح و تشریح کے لیے آیت بالا کے ذیل میں درج ذیل حدیث نقل کی ہے:- عزوہ بدر سے پہلے کا ایک واقعہ ہے ہجرت کے بعد قریبی زمانہ میں رسول اللہ ﷺ اپنے ایک صحابی حضرت سعد بن عبادہ کی بیمار پرسی کے لیے تشریف لے گئے۔ اُس وقت تک رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی ابھی زبانی طور پر بھی ایمان نہیں لایا تھا اور اُس صحابی رسول یعنی حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا گھر اُسی منافق یعنی عبداللہ بن ابی کے محلہ میں تھا۔ امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ درازکوش پر سوار ہو کر اُس محلہ میں پہنچے تو وہاں عبداللہ بن ابی اور اُس کے بعض ساتھی بیٹھے تھے۔ اُن پر درازکوش کے قریب گزرنے کی وجہ سے کچھ گردوغبار اُڑ کر پڑا، تو عبداللہ (رئیس المنافقین) کے منہ سے نکلا، صاحب! اپنے درازکوش کو ہم سے دور رکھیں کیونکہ اُس کے پاؤں کی گردوغبار اور اُس کی بُو ہمیں تکلیف دیتی ہے۔ لہذا آپ ﷺ ہماری مجلسوں میں نہ آیا کریں۔ جس وقت یہ منافق مذکورہ بالا گفتگو کر رہا تھا اتفاقاً وہاں قریب ایک مسلمان بھی تھا۔ جس نے اس ناشائستہ باتوں (بے ادبی) کا بڑا بُرا منہ یا اور آپ ﷺ سے مخاطب ہو کر عرض کیا کہ حضور ﷺ! آپ ﷺ ہماری مجلسوں میں ضرور آیا کریں۔ یہ تو ہمارے لیے باعث برکت ہوگا۔

کلمات کے اس تبادلہ پر دونوں میں اُلجھاؤ پیدا ہو گیا۔ ایک طرف عبد اللہ (ریس المنافقین) کے حامی تھے۔ تو دوسری طرف کچھ مسلمان بھی اپنے مسلمان کی حمایت کے لیے جمع ہو گئے۔ دونوں جماعتوں میں کافی تکرار ہوا حتیٰ کہ ایک دوسرے پر لائٹھی اور جوتے بھی چلنے کی نوبت آئی۔ حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے حضور ﷺ مصالحت کی غرض سے اپنی سواری سے اترے، فریقین کو سمجھایا اور اُن کے درمیان مصالحت کرا دی جس سے معاملہ رفع دفع ہو گیا۔ واقعہ مذکورہ سے یہی نتیجہ اور سبق اخذ کیا جاسکتا ہے کہ جب معاشرے کے افراد کسی معاملہ میں لڑ پڑے تو بالخصوص معاشرے کے اثر و رسوخ رکھنے والوں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ اُن کے درمیان مصالحت کی کوشش کرے اور یہ مصالحت کی کوشش اُن کی ذمہ داری ہوگی جن سے وہ کسی بھی موڑ پر بری الذمہ نہیں ہو سکتے۔

نیز ایت مذکورہ میں حکم ہے کہ صلح اور جنگ کی ہر ایک حالت میں یہ ملحوظ رہے کہ یہ (مسلمانوں کی لڑائی) دو بھائیوں کی لڑائی یا دو بھائیوں کی مصالحت ہے، دشمنوں اور کافروں کی طرح برتاؤ نہ کیا جائے۔ نیز یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ تمام مومنوں کی اصل ایک ہے یعنی سب کی (مشترک) اصل ایمان ہے اور ایمان ہی حیاتِ ابدی کا موجب ہے۔ اس

لیے تمام اہل ایمان بھائی بھائی ہیں -
 امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے جب یہ آیت نازل ہوئی اور رسول اللہ ﷺ نے پڑھ کر سنائی تو سب مسلمانوں نے باہم صلح کر لی اور ہر ایک دوسرے کے ساتھ لڑنے سے رُک گئے۔ اور بقول بعض اہل علم مندرجہ بالا آیت کے نزول کا باعث درج ذیل واقعات ہیں۔

سعید بن منصور اور ابن جریر نے حضرت ابو مالک کی روایت سے بیان کیا ہے کہ دو مسلمانوں میں باہم گالی گلوچ ہو گئی۔ جس کی وجہ سے ہر ایک کا قبیلہ دوسرے پر بھڑک اُٹھا اور ہاتھوں اور جوتوں سے مار پیٹ شروع ہو گئی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اس روایت کو دیکھ کر تو یہی محسوس ہوتا ہے کہ اس میں بھی مندرجہ بالا واقعہ کا ذکر ہے مگر اسی راوی نے واقعہ مذکورہ کو مختصر اُ نقل کیا ہے۔ البتہ درج ذیل واقعہ مذکورہ بالا واقعہ سے کچھ مختلف ہے:-

ابن جریر ابن ابی حاتم نیز بغوی نے سدی کا بیان نقل کیا ہے۔ ایک انصاری تھے۔ جن کو عمران کہا جاتا تھا ان کی بیوی ام زید نے اپنے مانگے جانے کا ارادہ کیا۔ شوہر نے روک دیا اور ایک بالا خانہ پر عورت کو بالا خانہ سے نیچے اُتار کر لیجانے لگے۔ شوہر باہر گیا ہوا تھا اُس نے اپنے کنبہ والوں سے مدد

مانگی۔ اس کے چچا کے بیٹے آگئے اور عورت کو لے جانے میں مزاحمت کی آخر دونوں فریقوں میں دھکم دھکا ہونے لگی اور جوتوں سے لڑائی شروع ہوگئی۔ انہیں کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ اور رسول اللہ ﷺ نے کسی کو بھیج کر ان میں صلح کرادی اور سب اللہ تعالیٰ کی حکم کی طرف لوٹ آئے۔ واقعات بالا کو پڑھنے کے بعد باسانی یہی نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ قرآن وحدیث سے ہر موڑ پر مصالحت اختیار کرنے کی ترغیب دی ہے اور یہ ہر اک کے حق میں بہتر ہے۔

امام بغویؒ نے بوساطت سالم بیان کیا ہے کہ سالم کے والد یعنی حضرت عبداللہ نے بیان کیا کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ اس کی حق تلفی نہ کرے نہ گالی دے جو شخص اپنے بھائی کی حاجت (پوری کرنے) میں لگا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کرنے میں لگا رہتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان کی سختی دور کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کی سختیوں میں سے کوئی سختی دور کر دے گا۔ جو شخص مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ امام مسلمؒ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ اس پر ظلم

نہ کرے اس کو بے مدد نہ چھوڑے اور اس کی تحقیر نہ کرے، سینہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضور ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا۔ تقویٰ یہاں ہوتا ہے۔ آدمی کا یہ شر کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر کرے۔ مسلمان کی ہر چیز مسلمان پر حرام ہے۔ اس کا خون بھی اس کا مال بھی اور اس کی آبرو بھی۔ المختصر مندرجہ بالا آیت کریمہ اور احادیث مبارکہ ہمیں آپس میں متحد رہنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اور آپس کے اختلافات کو مٹانے کا حکم دیتا ہے۔

(3) **تعالوا الی کلمۃ سواۃ بیننا و بینکم الا تعبدوا الا اللہ**
ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون
اللہ فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون ☆

ترجمہ :- آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے یہ کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی ہم عبادت نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی کسی دوسرے کو رب قرار نہ دے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر، پھر اگر وہ لوگ اعراض کریں تو تم لوگ کہہ دو کہ تم اس کے گواہ رہو کہ ہم تو ماننے والے ہیں۔

تشریح :- قرآن مجید نے خالص عدل و اعتدال کا نقطہ نمایاں کر کے سامنے رکھ دیا ہے اور ان میں سے ہر چیز کے رد و قبول کا معیار اللہ تعالیٰ کا مبارک

نام اور اللہ تعالیٰ کا حکم قرار دیا ہے جس کی حکمرانی اور حقیقی بادشاہت اور اس کی اطاعت و انقیاد سے دنیا کے کسی فرد و بشر کو منحرف رہنے کی اجازت نہیں اور یوں عام اعلان فرما دیا: **تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا تعبدوا الا اللہ ولا نشرک بہ شیئاً..... الخ** اس کی معبودیت پر سب متفق ہیں، اسی ایک کو سب اپنا مالک و خالق مانتے ہیں۔ یہی وہ نقطہ اشتراک ہے جو اقوام عالم کو جوڑ سکتا ہے۔ پس اگر اقوام عالم اسی نقطہ اشتراک کی طرف آجائیں تو دنیا کے سارے فسادات از خود مٹ جائیں گے۔ اور ہر طرف سکون و اطمینان کی فضا قائم ہو جائے گی۔

(4) **یا ایہا الذین آمنوا لم تقولون مالا تفعلون ☆ کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون ☆ ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفاً کانہم بنیان مرصوص (سورۃ الصف، آیت نمبر: ۴۰)**

ترجمہ :- اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو منہ سے جو نہیں کرتے؟ بڑی بیزاری کی بات ہے اللہ کے یہاں کہ کہو وہ چیز جو نہ کرو، اللہ محبوب رکھتا ہے ان لوگوں کو جو اس کی راہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں گویا وہ دیوار سیسہ پلائی ہوئی ہے۔

تشریح :- آیت مذکورہ بالا کے مطابق قول اسلام کی صداقت کی جانچ اتحادِ اسلام ہے۔ اسلام کے قائلین اگر اسلامی مہم کے لیے متحد نہ ہو سکیں تو اُن کا قول اللہ کی نظر میں ,, مقمت کبر ,, کی حیثیت رکھتا ہے جس کی کوئی قیمت نہ دنیا میں ہے اور نہ آخرت میں۔ یہ اصول نہایت اہم نکتہ پر مبنی ہے کہ کوئی بڑا کام اتحاد کے بغیر نہیں ہو سکتا مگر اتحاد ایک عظیم قربانی کے بعد وجود میں آتا ہے اور وہ کسی بھی شخص کی ,, انا ,, کی قربانی ہے۔ جب زیادہ انسان کسی ایک محاذ پر جمع ہو گئے تو اُن کے مزاج الگ ہوں گے۔ ہر ایک الگ سوچ کا مالک ہوگا۔ اُسی مقام پر جب سب کسی ایک کی خاطر اپنی سوچ کو قربان کریں گے تو وہاں از خود اتحاد و اتفاق کا وجود معرض وجود میں آئے گا۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان اپنی حقیقت کے اعتبار سے اپنی ذات کی نفی کا نام ہے اور اتحاد میں سب سے زیادہ اس چیز کی ضرورت ہوتی ہے۔ متحدہ جدوجہد سب سے بڑی کامیابی اور یقینی کسوٹی ہے جس پر جانچ کر یہ دیکھا جاسکتا ہے کہ آدمی اپنی ذات کی نفی کر کے اسلام میں داخل ہوا ہے یا اپنی انا کے بت کو اپنے ساتھ لئے ہوئے ہیں۔ جو لوگ انا کے بت توڑ چکے ہوں اُن کے لیے کوئی چیز اتحادِ عمل میں مانع نہیں ہوتی۔ اس لیے اسلام کے محاذ پر جب ایسے لوگ قابلِ لحاظ تعداد میں جمع ہو جائیں تو لازماً وہ کامیاب ہو کر

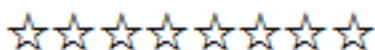
رہتے ہیں۔ اتحاد کی ضد اختلاف ہے۔ جس معاشرے کے افراد اتفاق و اتحاد کی نعمت سے محروم ہوں گے وہاں از خود اختلافات پیدا ہوں گے۔ امتیاز کی فضا قائم ہوگی۔ نفرت عام ہوگی ہر کوئی اپنے اکیلا پن سے محبت کرے گا اور دوسروں سے دوری کو خوبی خیال کرے گا حالانکہ اکیلا پن کسی بھی بڑے مسئلے کو حل نہیں کر سکتا اور نہ ہی اکیلا پن کی وجہ سے انسان ابدی سکون کی زندگی گزار سکتا ہے۔ سکون کی زندگی گزارنے کے لیے ایک متحدہ مسلمانوں کا ماحول ضروری ہے۔ جو عدم اتفاق کی وجہ سے کبھی بھی میسر نہیں ہوگا۔ مسلمانوں کے درمیان آپس میں اختلاف ایک مذموم فعل ہے جس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہوگی۔ درج ذیل قرآنی آیت سے یہ امر بخوبی واضح ہو جائے گی۔

ولا تكونوا من المشركين ☆ من الذين فرقوا دينهم
وكانوا شيعاً كل حزب بما لديهم فرحون ☆
(سورۃ الروم: آیت نمبر ۳۱/۳۲)

ترجمہ : اور شرکوں میں سے نہ ہونا ☆ (اور نہ) اُن لوگوں میں (ہونا)
جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اور (خود) فرقے فرقے
ہو گئے۔

سب فرقے اس سے خوش ہیں جو ان کے پاس ہے۔

تشریح :۔ ہر عمل خالص اللہ کے لیے کروا عقدا اور عملاً کسی کو اس میں شریک نہ کرو اور شرک کرنے والوں کی جماعت میں سے نہ ہو جانا (یعنی جنہوں نے اپنے اصلی دین) یعنی دین فطرت (کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے) اور جس دین فطرت پر ان کو قائم رہنے کا حکم تھا اس پر تو قائم اور متفق نہ رہے بلکہ اپنی خواہشوں اور خیالات کی بناء پر (گروہ گروہ بن گئے) اور شیعہ ہو گئے (اور ہر گروہ اور ہر فرقہ اس چیز پر خوش ہے جو اس کے پاس ہے) ہر فرقہ اپنے خیال پر ایسا فریفتہ اور مفتون ہے کہ اپنی غلطی کے امکان کا تصور بھی نہیں۔ (معارف القرآن، مولانا ادیس کا ندہلوی: جلد ۶، صفحہ نمبر: ۱۵۶) معارف القرآن کی توضیح کی روشنی یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ معاشرے کے وہ افراد انتشار کو پسند کرتے ہیں جو عقیدہ مشرک ہیں اور عقیدہ توحید سے دُور ہیں۔ اور جو لوگ عقیدہ توحید کے پیرو کار ہوں گے وہ ہرگز ہرگز انتشار و افتراق کی مدح نہیں کریں گے۔ بلکہ یہی مؤحدین کی جماعت ہر موڑ پر معاشرے کو متحد رہنے کے لیے تمام وسائل کو بروئے کار لائیں گے۔



اتفاق و اتحاد کی ضرورت و اہمیت (احادیث مبارکہ کی روشنی میں)
 جس طرح کہ گزشتہ سطور میں آیات قرآنیہ سے اتفاق و اتحاد کی اہمیت کو
 اُجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ درج ذیل صفحات میں آحادیث مبارکہ کی
 رُو سے اتحاد کی اہمیت بیان کی جائے گی۔

اتفاق و اتحاد اللہ کی معیت کا باعث

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم ید اللہ علی الجماعة (مشکوٰۃ)
 حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے
 ارشاد فرمایا کہ ” اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہے “ -
 اہل علم مندرجہ بالا حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے ہاتھ سے
 مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے توفیق و تائید اور حفاظت و مدد جماعت
 پر ہوتی ہے۔ اس اُمت مرحومہ پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے جہاں بیشمار
 احسانات ہیں وہیں اس کا یہ بھی بڑا فضل و کرم ہے کہ اس اُمت کے تمام
 لوگ کبھی ناحق اور غلط بات پر جمع نہیں ہوتے۔ جب بھی کسی چیز پر اتفاق
 کرتے ہیں وہ حق بات ہوتی ہے۔ اور اسی عمل کو اہل علم نے اجماع امت
 سے تعبیر کیا ہے۔

جماعت کے ساتھ رہو

عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ قال : سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول : ما من ثلاثة فی قرية ولا بدر ولا تقام فیہم الصلوة الا استحوذ علیہم الشیطان - فعلیکم بالجماعة ، فانما یاکل الذئب من الغنم القاصیة (رواہ ابوداؤد باسناد حسن)

ترجمہ: - حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ,, میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے جس بستی یا گاؤں میں تین افراد ہوں مگر ہول کر نماز ادا نہ کریں تو ان پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے پس تم جماعت کا اہتمام کرو کیونکہ ریوڑ سے الگ ہو جانے والی بکری کو شیر کھا جاتا ہے ۔ امام الانبیاء خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے امت مسلمہ کی ہر ایک موڑ پر اجتماعیت کو پسند فرمایا ہے اور عدم اجتماعیت کو نقصان کا باعث قرار دیا ہے ۔ جس طرح کہ حدیث بالا کا بیان و مضمون بالکل واضح ہے ۔

اجتماعیت نزولِ برکت کا باعث

حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ,, ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ! ہم کھاتے ہیں مگر سیر نہیں ہوتے ۔ آپ ﷺ نے

فرمایا کہ تم لوگ الگ الگ کھاتے ہو۔ ہم نے تسلیم کیا کہ واقعی ایسا ہوتا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: کھانا مل کر کھایا کرو اور اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا کرو تمہارے کھانے میں برکت ہوگی۔ (ابن ماجہ و ابوداؤد) حدیث بالا کے مضمون کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ بات بالکل عیان ہوگی کہ اجماعیت کے دیگر فوائد کے ساتھ ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ یہ عمل نزول برکت کا بھی باعث ہے۔ اور ہر ایک مسلمان برکات کے حصول کا طالب ہے۔ پس وہ نادان ہی ہوگا جو اجماعیت کو چھوڑ کر انفرادیت کو اختیار کرے گا۔

متحدہ اُمتِ مسلمہ کی مثال

رسول اللہ ﷺ کا فرمان عالی ہے: تم اہل ایمان کو باہمی رحمت، باہمی محبت اور باہمی شفقت و ہمدردی میں ایک جسم کی طرح دیکھو گے کہ اگر ایک عضو کو تکلیف ہو تو پورا بدن اس کی وجہ سے بے چینی اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ (متفق علیہ)

ایک اور حدیث میں یہ مضمون اس طرح منقول ہے: تمام اہل ایمان کی مثال فرد واحد کی ہے کہ اس کی آنکھ میں تکلیف ہو تو پورا بدن درد مند ہوتا ہے اور اگر اس کے سر میں تکلیف ہو تب بھی پورا بدن بے چین ہوتا ہے۔

احادیث بالا میں ہمارے پیارے نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے مثال کے ساتھ اجتماعیت کی اہمیت کو بیان فرمایا ہے۔ کہ جس طرح بدن کے کئی اجزاء ہیں اور ہر ایک جزء کا اپنا اپنا ہی کام ہے مگر وہ ایک دوسرے کے لیے مددگار ہیں۔ اگر ان اجزاء میں سے کسی ایک جزء کو بھی نقصان پہنچتا ہے تو بدن کے تمام اجزاء وہ تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے صریح الفاظ کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ امت مسلمہ کے افراد کا تعلق ایک دوسرے کے ساتھ بالکل اسی طرح ہونا چاہیے۔ اور اسی میں سب کی بھلائی ہے۔

متحدہ امت مسلمہ کا آپس میں تعلق و رشتہ

ایک حدیث میں یوں منقول ہے:۔ رسول اللہ ﷺ نے انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر فرمایا کہ ایک مؤمن دوسرے مؤمن کے لیے ایسا ہے جیسے ایک عمارت، کہ اس کے بعض اجزاء بعض کو تھامے ہوئے رہتے ہیں۔ (مؤطا امام مالک)

حدیث بالا میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے امت مسلمہ کے افراد کے آپس میں تعلق کو ایک مثال کے ساتھ سمجھایا ہے کہ جس طرح ایک عمارت کے اجزاء ایک دوسرے سے مستغنی نہیں ہو سکتے اور ایک دوسرے کے بغیر

اُن کا وجود ناممکن ہوتا ہے بالکل اسی طرح اُمتِ مسلمہ کے تمام افراد کا تعلق ہے۔

بھائی بھائی کا رشتہ

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال : اِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اكْذَابُ الْحَدِيثِ ، وَلَا تَحَسُّسُوا ، وَلَا تَجَسَّسُوا ، وَلَا تَفَافِسُوا ، وَلَا تَحَاسَدُوا ، وَلَا تَبَاغَضُوا ، وَلَا تَدَابَرُوا ، وَكُونُوا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا كَمَا امْرُكُم . الْمُسْلِمُ اِخْوَالِ الْمُسْلِمِ : لَا يَظْلَمُهُ ، وَلَا يَخْذُلُهُ وَلَا تَحْقِرُهُ التَّقْوَىٰ هُنَا ، التَّقْوَىٰ هُنَا ، وَيُشِيرُ اِلَى صَدْرِهِ بِحَسَبِ اَمْرِي ، مِّنَ الشَّرِّ اِنْ يَحْقِرَ اِخَاهُ الْمُسْلِمَ كُلَّ الْمُسْلِمِ عَلٰى السَّلْمِ حَرَامٌ : دَمَةٌ ، وَعَرْضَةٌ وَمَالُهُ ، اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلَى اجْسَادِكُمْ ، وَلَا اِلَى صُورِكُمْ ، وَلَا اَعْمَالِكُمْ ، وَلٰكِنْ يَنْظُرُ اِلَى قُلُوبِكُمْ وَفِي رِوَايَةٍ : لَا تَحَاسَدُوا ، وَلَا تَبَاغَضُوا ، وَلَا تَجَسَّسُوا ، وَلَا تَنَاجَشُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا ، وَفِي رِوَايَةٍ لَا تَقَاطِعُوا ، وَلَا تَدَابَرُوا ، وَلَا تَبَاغَضُوا ، وَلَا تَحَاسَدُوا ، وَكُونُوا عِبَادَ اللّٰهِ

اخواناً وفي رواية ولا تهاجروا ولا يبيع بعضكم على بيع بعض، رواه مسلم بكل هذه الروايات وروى البخارى اكثرها -

ترجمہ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : تم اپنے آپ کو گمان سے بچاؤ کیونکہ گمان سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے اور تم جاسوسی مت کرو اور جاسوسی مت کرو۔ آپس میں حسد مت کرو، ایک دوسرے سے بغض مت رکھو، ایک دوسرے کو پیٹھ مت دکھاؤ اور اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔ جس طرح اُس نے حکم دیا ہے۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ تو اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اس کو رسوا کرتا ہے اور نہ اس کو حقیر گردانتا ہے۔ تقویٰ یہاں ہے، تقویٰ یہاں ہے اور آپ ﷺ نے اس وقت اپنے ہاتھ سے اپنے سینے کی طرف اشارہ فرمایا۔ آدمی کے شر کے لیے یہی کافی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔ ہر مسلمان کا مسلمان خون، عزت اور مال حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں کو نہیں دیکھتے اور نہ تمہاری شکلوں کو بلکہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے آپس میں حسد مت کرو، نہ ایک دوسرے سے بغض رکھو، نہ جاسوسی کرو، نہ عیبوں کی ٹوہ میں لگواؤ اور دھوکہ دینے

کے لیے بولی مت بڑھاؤ اور اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔ ایک اور روایت میں ہے باہمی حسد نہ کرو، نہ ایک دوسرے سے بغض رکھو، باہمی مقاطعہ مت کرو، نہ ایک دوسرے کو پیٹھ دکھاؤ، نہ ایک دوسرے سے بغض رکھو اور نہ حسد کرو بلکہ اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔ ایک اور روایت میں ہے نہ ایک دوسرے کو چھوڑو اور نہ ایک دوسرے کی بیچ پر بیچ کرو۔ امام مسلم نے یہ تمام روایات بیان کی ہیں۔ امام بخاری نے اس حدیث مبارکہ کے اکثر حصہ کو نقل کیا ہے۔ اور امام ابو داؤد نے حضرت انس بن مالک سے یوں نقل کیا ہے کہ: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: آپس میں ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے حسد نہ کیا کرو، ایک دوسرے سے پیٹھ نہ پھيرو، سب اللہ تعالیٰ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ، کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ اپنے بھائی کو تین رات سے زیادہ چھوڑے۔

احادیث بالا میں بغض و حسد کی مذمت بیان کی گئی ہے، ایک دوسرے کی غیبت سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔ قطع تعلق کو ناجائز قرار دیا گیا ہے، جاسوسی کو گناہ قرار دیا گیا ہے۔ مندرجہ بالا عیوب سے جو معاشرہ پاک ہوگا وہاں از خود محبت کی فضا قائم ہوگی، وہاں از خود دوریاں ختم ہوگی، وہاں از خود

معاشرتی معاملات درستگی کی طرف آئے گے، وہاں از خود بھائی چارے کی فضا قائم ہوگی۔ اور یہی شریعت کو مطلوب ہے اور یہی چیز تمام ادیان میں مدوح ہے۔

اتفاق و اتحاد کو نقصان پہنچانے والا مذموم فعل کیا ہے؟

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جو دہجہ میں صدقہ سے بھی افضل ہے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا ضرور ارشاد فرمائیے: آپ ﷺ نے فرمایا: وہ معاملات کی درستگی ہے، کیونکہ آپس کا بگاڑ موٹڈنے والی چیز ہے۔ اور ایک روایت میں اس کے ساتھ یہ اضافہ بھی موجود ہے کہ: کہ میں یہ نہیں کہتا کہ وہ بالوں کو موٹڈنے والی ہے بلکہ وہ دین کو موٹڈنے والی اور اس کا صفایا کرنے والی ہے۔

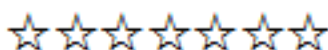
حدیث مذکورہ میں جہاں دوسرے مسائل کا ذکر ہے وہاں یہ بھی ذکر ہے کہ معاملات کی درستگی صدقہ سے بھی افضل عمل ہے، اور معاملات کی درستگی یہی ہے کہ آپس کے اختلافات کو مٹائیں جائیں اور اتفاق و اتحاد کی فضا قائم کرنے اپنی کوشش کی جائے۔ یہ عمل یقیناً ایک عظیم عمل ہے۔



باہمی اختلاف کیسے ختم ہوں گے؟

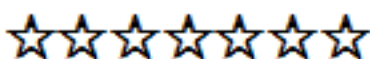
حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ : ” تم سے پہلی اُمتوں کی بیماری آہستہ آہستہ تم میں سرایت کر گئی یعنی حسد اور کینہ اور یہ چیز مونڈنے والی اور صفایا کرنے والی ہے۔ میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ یہ بالوں کو مونڈنے ہے نہیں! دین کو مونڈتی ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے تم جنت میں داخل نہ ہوں گے یہاں تک کہ ایک دوسرے سے محبت کرو۔ کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جو اس (باہمی الفت و محبت) کو تمہارے لیے ثابت کر دے، آپس میں کثرت سے سلام پھیلاؤ۔“

حدیث بالا کی کے ابتدائی حصے کی تشریح تو سابقہ سطور میں آچکی ہے۔ حدیث مذکورہ بالا کے دوسرے حصہ میں اختلاف و افتراق کو ختم کرنے کا ایک آسان نسخہ بتلایا گیا ہے، وہ آپس میں سلام کو عام کرنا ہے، سلام کی بدولت محبت پیدا ہوگی اور جہاں محبت ہوگی وہاں سے از خود نفرت چلی جائے گی اور جہاں سے نفرت ختم ہوگی وہاں از خود اتفاق و اتحاد کا ماحول پیدا ہوگا۔



خلاصہ

امت مسلمہ میں اجتماعیت کو پیدا کرنے اور باقی رکھنے کا مؤثر ترین نسخہ یہ ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کو مضبوطی سے تھامیں رکھیں اور کسی بھی حال میں بھی ان کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔ عصر حاضر میں جو مسلمانوں میں انتشار اور افتراق دکھائی دیتا ہے تو دوسرے اسباب کے علاوہ اس کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ مسلمانوں نے کتاب اللہ اور سنت نبوی سے منہ پھیر لیا ہے۔ کتاب اللہ اور سنت نبوی سے تعلق تب قائم ہوگا کہ جب ہمارا تعلق مساجد و مدارس سے ہوگا کیونکہ مساجد و مدارس کا قیام تعلق مع اللہ اور تعلق مع الرسول ﷺ قائم کرنے کے لیے ہے۔ اور تعلق مع اللہ اور تعلق مع الرسول ﷺ تب قائم ہوگا جب قرآن کریم اور احادیث مصطفیٰ ﷺ کو سیکھ کر ہم اپنی عملی زندگی میں لائیں۔ اور قرآن و حدیث سیکھنے سکھانے میں مساجد و مدارس بھرپور کردار ادا کر رہے ہیں۔ اور ان شاء اللہ مستقبل میں بھی ادا کرتے رہیں گے۔



مساجد کا کردار

اتفاق و اتحاد کے مفہوم کو سمجھنے کے بعد اب ضروری ہے کہ مسجد و مدرسہ کے مفہوم کو سمجھا جائے۔ اولاً درج ذیل سطور میں مسجد کے مفہوم کی توضیح کی جائے گی۔

مسجد کا معنی و مفہوم

لغات القرآن کے مشہور مؤلف مسجد کا مفہوم کچھ الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں :- مسجد کی جمع مساجد ہے، ظرف مکان ہے جس کا معنی سجدہ کرنے کے مقامات، یہی وہ مقام جس کو عبادت کے لیے بنایا گیا یہی وہ مقام ہے جس کی تعمیر کے لیے ہر اک دور میں مخلصین کا انتخاب ہوا۔

مسجد کی اہمیت

اتفاق و اتحاد قائم کرنے کے لیے مساجد کے کردار کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ مساجد کی اہمیت کے سمجھنے کے لیے علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی کتاب ”لباب الحدیث“ سے ماخوذ درج ذیل احادیث مبارکہ کا مطالعہ از حد ضروری ہے۔

المسجد بیت کل مؤمن (رواہ ابو نعیم) مسجد ہر مومن کا گھر ہے۔

شدر البقاع اسواقها و خیر البقاع مساجدھا (رواہ ابوالخیر انانی بائنا حسن)
 ترجمہ:۔ زمین میں بہترین جگہیں مساجد ہیں اور بدترین مقامات بازار ہیں
 اذا رایتم الرجل ملازم المسجد فاشهدوا له بالایمان (رواہ
 احمد والترمدی وابن ماجہ وابن خزیمہ وابن حبان والحاکم والبیہقی)
 ترجمہ :- جس شخص کو تم دیکھو کہ مسجد کا عادی ہے اُس کے ایمان دار ہونے کی
 گواہی دو۔

من تکلم بکلام الدنیا فی المسجد احبط الله اربعین سنة
 (رواہ ابن حجر ^{المعتمد} اشعری فی تنبیہ الاخبار)
 جو شخص مسجد میں دنیا کی باتیں کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کے چالیس سال کے
 اعمال ضائع کر دیتے ہیں۔

ان الملائكة يتكروهن من المتكلمين فی المسجد بکلام
 اللغو والجور (لبالحدیث)
 ترجمہ :- مسجدوں میں فضول اور حق سے دور کرنے والی باتوں کو فرشتے
 ناپسند کرتے ہیں۔

مندرجہ بالا تمام احادیث اس بات پر دال ہیں کہ مساجد سے مؤمنین کا تعلق
 ایسا ہی ہوگا جس طرح اُس کا تعلق اپنے گھر سے ہوتا ہے اور مساجد صرف

اُمور خیر میں استعمال ہونگے جس کی طرف تیسری اور چوتھی حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے۔ پس جب یہ بات ثابت ہوئی کہ مساجد کی تعمیر فقط اُمور خیر کو عام کرنے کے لیے ہوئی ہے جس میں عبادت بھی شامل ہے اور اس میں معاشرہ کے اندر اتفاق و اتحاد کی فضا قائم کرنا بھی شامل ہے، جس کے لیے مسجد کا کردار کسی سے بھی مخفی نہیں۔

مسجد کا معاشرے کی اصلاح میں کردار

مساجد کو مسلمانوں کے معاشرہ میں مرکزی نقطہ کی حیثیت حاصل ہے۔ یہاں فقط خیر کی تعلیم دی جاتی ہے اور لوگوں کو برائی سے روکا جاتا ہے اور جس معاشرے کے افراد سے برائی ختم ہو جائے اور وہاں فقط بھلائی کے کام ہوتے ہوں تو وہاں خود بخود اتفاق و اتحاد کا ماحول پیدا ہوگا۔ وہاں از خود لوگ ایک دوسرے کے قریب آئیں گے، وہاں خود بخود دوریاں ختم ہوگی۔ بغض و حسد کا خاتمہ ہوگا۔ مساجد مختلف اوقات میں ظاہری افرادی اجتماعات کا بھی اہتمام کرتا ہے۔ جن میں پنج وقتہ فرض نمازوں کی باجماعت ادا یگی کا اہتمام، نماز جمعہ کی ادا یگی، نماز عید الفطر و عید الاضحیٰ کی ادا یگی، اور تراویح وغیرہ کے اجتماعات خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان تمام اجتماعات کو ہم الگ الگ نام دے سکتے ہیں۔ درج ذیل سطور میں ان

اجتماعات مذکورہ بالا کا فردا فردا ذکر کیا جاتا ہے۔

روزانہ پانچ دفعہ اجتماع گاہ۔۔۔۔۔ اتفاق و اتحاد کی علامت

ان پنج وقتہ اجتماعات کی اہمیت کا اندازہ درج ذیل احادیث کے مطالعہ سے لگایا جاسکتا ہے:

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال : قال رسول اللہ ﷺ :
صلوة الجماعة تفضل صلاة الفذ بسبع وعشرين درجة
(متفق علیہ)

ترجمہ:- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جماعت کی نماز اکیلے نماز پڑھنے سے ستائیس گنا زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔

عن ابی ہریرة رضی اللہ عنہ قال : قال رسول اللہ ﷺ
، والذی نفسی بیدہ ، لقد هممت ان أمر بحطب فيحطب
، ثم أمر بالصلوة فيؤذن لها ، ثم أمر رجال فيؤم الناس ،
ثم أخالف الى رجال وفي رواية : لا يشهدون الصلوة
فاحرق عليهم بيوتهم والذی نفسی بیدہ ، لو يعلم احدہم
انہ يجد عرقا سمينا ، او مرمتين حسنتين لشهد العشاء

،، رواہ البخاری ولسلم نحوہ ۔

ترجمہ :- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں نے ارادہ کیا تھا کہ (لوگوں کو) لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں پھر جب لکڑیاں جمع ہو جائیں تو نماز کا حکم دوں پھر جب نماز کے لیے آذان دی جائے تو کسی ایک کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کی امامت کرے پھر میں لوگوں کی طرف جاؤں ایک روایت میں ہے کہ ان لوگوں کی طرف جاؤں کہ جو نماز کے لیے حاضر نہیں ہوئے اور ان کے گھروں کو جلا ڈالوں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر ان میں سے کوئی یہ جان لے کہ وہ پائے گا گوشت کی موٹی سی بوٹی یا دو کھراچھے قسم کی گائے یا بکری کے تو وہ یقیناً عشاء کے لیے حاضر ہوگا۔

تشریح :- اس حدیث میں ترک جماعت پر بہت بڑی وعید سنائی گئی ہے ، اس جیسی روایات کی بنیاد پر محقق ابن ہمام اور دیگر مشائخ جماعت کو واجب قرار دیتے ہیں ۔

حدیث نمبر 3 :- عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ قال : قال رسول اللہ ﷺ ما من ثلاثة فی قرية ولا بدو لا تقام فیہم

الصلوة الا قد استحوذ عليهم الشيطان فعليك بالجماعة
 فانما ياكل الذئب القاصية (رواه احمد وابوداؤد والنسائی)
 ترجمہ :- حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ
 رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس گاؤں یا جس جنگل میں تین آدمی
 ہوں اور وہ جماعت سے نماز نہ پڑھیں تو شیطان ان پر غالب ہو جاتا ہے
 لہذا تم جماعت کو اپنے اوپر لازم کر لو کیونکہ بھیڑ یا اس بکری کو کھا جاتا ہے جو
 ریوڑ سے الگ ہو کر چلتی ہے۔

تشریح :- اس حدیث میں جماعت میں جماعت کو اختیار کرنے کا حکم دیا
 گیا ہے۔

حدیث نمبر 4 :- عن ام الدرداء رضی اللہ عنہ قال : دخل
 علی ابو الدرداء وهو مغضب ، فقلت : ما غضبك ؟ قال :
 واللہ ما اعرف من امر ائمة محمد ﷺ شیئا الا انهم
 یصلون جمیعا (رواہ البخاری)

ترجمہ :- حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا سے منقول ہے فرماتی ہے
 کہ میرے پاس حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ آئے اس حال میں کہ وہ
 غصہ کی حالت میں تھے۔ میں نے کہا کس چیز نے آپ رضی اللہ عنہ کو غصہ

میں ڈالا انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم، آپ ﷺ کی امت کے بارے میں میں یہی جانتا تھا کہ وہ تمام جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے تھے۔ تشریح :- حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو غصہ اس وجہ سے آیا کہ فرماتے ہیں کہ پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت جماعت کے ساتھ نماز پڑھتی تھی لیکن اب جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے یا پہلے تو مسجد نمازیوں سے بھری ہوتی تھی لیکن اب سستی کی وجہ سے لوگوں کی تعداد کچھ کم ہو گئی تھی۔

حدیث نمبر 5 :- عن عبد اللہ بن ام مکتوم قال : یا رسول اللہ ان المدینة کثیرة الهوام والسباع وانا ضریر البصر، فهل تجد لی من رخصة؟ قال : ” هل تسمع حی علی الصلوة، حی علی الفلاح قال : نعم، قال : فحی ہلا، ” ولم یرخص له (رواه ابودؤد والنسائی)

ترجمہ :- حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ اے اللہ کے رسول ! تحقیق مدینہ میں بہت موذی جانور اور درندے ہیں اور میں کمزور نظر والا ہوں کیا میرے لیے رخصت ہے؟ فرمایا: کیا تو ”حی علی الصلوة، حی علی الفلاح“ سنتا ہے؟ فرمایا: جی ہاں

آپ ﷺ نے فرمایا: حاضر ہوا اور جماعت کو چھوڑنے کی اجازت نہ دی۔
 تشریح :- اس حدیث میں جماعت چھوڑنے سے منع کیا گیا ہے۔
 حدیث نمبر 6 :- عن ابن عباس قال : قال رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وآلہ وسلم - من سمع المنادی فلم یمنعہ من
 اتباعہ عذرٌ قالوا : وما العذر ؟ قال : خوفٌ او مرضٌ لم
 تقبل منہ الصلوٰۃ التی صلی - رواہ ابوداؤد والدارقطنی
 ترجمہ :- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں
 کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اذان کہنے والے کی
 اذان سنی اور مؤذن کی تابعداری سے اُسے کوئی عذر نہ روکے صحابہ نے عرض
 کیا کہ عذر کیا ہے؟ فرمایا خوف یا بیماری جو اس کے بغیر جماعت کے علاوہ
 نماز پڑھے تو اس کی نماز قبول نہیں کی جاتی۔

تشریح :- یہ حدیث بھی اہمیت جماعت کی واضح دلیل ہے۔

مندرجہ بالا تمام روایات جماعت کی اہمیت کو ثابت کرنے کے لیے کافی
 ہیں۔ دن میں پانچ مرتبہ مسلمانوں کا آپس میں ملاقات کا ایک اہم ترین
 ذریعہ جس کی بناء پر وہ ایک دوسرے کے قریب آتے ہیں اور ایک دوسرے
 کے درمیان جو دوری ہوتی ہے وہ ٹپتی ہے۔ مسلمان کا مسلمان سے ملاقات

پھر اُن سے قربت ہی اتحاد کی اولین سیڑھی ہے۔ اور یہی سے معاشرے کے اندر جوڑ کا ماحول پیدا ہو جاتا ہے۔ اور توڑ کا ماحول آہستہ آہستہ مٹتا چلا جاتا ہے۔

جمعہ المبارک مسلمانوں کی ہفتہ وار بڑا اجتماع

نماز جمعہ میں چونکہ مسلمانوں کی اجتماعیت کا خاص طور پر اظہار ہوتا ہے اس لیے نبی کریم ﷺ نے اسے چھوڑنے پر سخت وعید بیان فرمائی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ،، ہم نے رسول اللہ ﷺ کو مہر پر تشریف رکھتے ہوئے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ لوگ جمعہ چھوڑنے سے باز آجائے ورنہ اللہ تعالیٰ اُن کے دلوں پر مہر لگا دے گا پھر وہ غفلوں میں سے ہو جائیں گے۔ (البخاری)

یہ مسلمانوں کا ہفتہ وار اجتماع ہے، اس کو بھی ہم ماحول کو جوڑنے کا اہم ذریعہ کہہ سکتے ہیں۔

رمضان المبارک میں باجماعت تراویح کا اہتمام

مساجد میں دیگر اجتماعات کے ساتھ ساتھ ماہِ رمضان المبارک میں باجماعت تراویح کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے۔

عن عبدالرحمن بن عبد القاری ، قال : خرجت مع عمر بن الخطاب ليلة الى المسجد ، فاذا الناس اوزاع متفرقون ، يصلى الرجل لنفسه ، ويصلى الرجل فيصلى بصلاته ، الرهط ، فقال عمر : انى لو جمعت هؤلاء على قارىء واحد لكان امثل ثم عزم ، فجمعهم على ابي بن كعب ، قال : ثم خرجت معه ليلة اخرى ، والناس يصلون بصلوة قارئهم قال عمر : نعمت البدعة هذه ، والتي تنامون عنها افضل من التي تقومون يريد آخر الليل ، وكان الناس يقومون اوله (رواه البخارى)

ترجمہ :- حضرت عبدالرحمان بن عبد القاری سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک رات میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مسجد کی طرف گیا تو لوگ بکھرے ہوئے تھے کوئی آدمی اکیلا نماز پڑھ رہا ہے اور کوئی نماز پڑھ رہا ہے تو اس کے ساتھ ایک جماعت بھی ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اگر ایک قاری پر جمع کر دوں تو بہتر ہوگا پھر آپ رضی اللہ عنہ نے پختہ ارادہ کر لیا تو انہیں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ (کی امامت) پر جمع کر دیا۔ کہتے ہیں کہ پھر ایک رات کو میں آپ رضی اللہ عنہ

کے ہمراہ نکلا اور لوگ اپنے قاری کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ اچھی بدعت ہے اور جس وقت میں تم نماز سے سوئے رہتے ہو، وہ بہتر ہے اس سے جس میں تم نماز پڑھتے ہو یعنی لوگ اول اور آخر رات میں قیام کرتے تھے۔

تشریح : - حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مبارک دور میں بیس رکعات تراویح باجماعت کا التزام ہوا اور اس پر دائمی عمل شروع ہوا اور تا حال عمل ہو رہا ہے۔ معاشرے کو جوڑنے میں یقیناً اس عمل (تراویح) کا بھی بڑا دخل ہے۔

باجماعت عیدین کی نماز (سالانہ اجتماع)

مساجد میں یومیہ، ہفتہ وار، مخصوص اجتماعات کے علاوہ سالانہ دو بڑے بڑے اجتماعات ہوتے ہیں۔ ان اجتماعات کا تعلق اگرچہ عید گاہ سے ہے۔ لیکن اکثر علاقوں میں عید گاہ کی سہولت نہ ہونے کی وجہ سے ان اجتماعات کے انعقاد کے لیے مساجد کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ اور عذر شرعی کی وجہ سے ان اجتماعات کو مساجد میں قائم کیا جاسکتا ہے۔ درج ذیل روایت کا تعلق عید گاہ کی اجتماع سے ہے:-

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال : کان النبی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى إِلَى الْمَصَلِيِّ فَأَوَّلُ شَيْءٍ
يُبْدَأُ بِهِ الصَّلَاةُ ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَيَقُومُ مُقَابِلَ النَّاسِ ،
وَالنَّاسُ جُلُوسٌ عَلَى صَفُوفِهِمْ فَيُعْظَمُ ، وَيُوصِيهِمْ ، وَيَا
مَرَهُمْ ، وَإِنْ كَانَ يُرِيدُ أَنْ يَقْطَعَ بَعْثًا قَطَعَهُ ، أَوْ يَأْمُرَ بِشَيْءٍ
أَمَرَ بِهِ ، ثُمَّ يَنْصَرِفُ (متفق عليه)

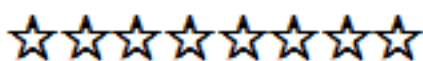
ترجمہ :- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے کہ
نبی ﷺ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن عید گاہ کی طرف جاتے تو سب
سے پہلا کام جو آپ کرتے وہ نماز ہے پھر سلام پھیرتے تو لوگوں کے
سامنے کھڑے ہوتے اور لوگ اپنی صفوں میں بیٹھے ہوتے تو آپ ﷺ
انہیں وعظ کرتے اور انہیں وصیت کرتے اور انہیں حکم فرماتے اور اگر لشکر
بھیجنے کا ارادہ ہوتا تو بھیجتے اور کسی چیز کا حکم فرمانا ہوتا تو فرماتے پھر
چلے جاتے۔

المختصر : مساجد افراد کو جوڑنے کے لیے بہترین کردار ادا کرتے ہیں۔ اور
یہی چیز مساجد کا حسن ہے۔

اتفاق و اتحاد کے لیے مدارس کا کردار

مساجد کا جب ذکر کیا جاتا ہے تو وہاں بالعموم مدارس کا بھی ذکر کیا جاتا ہے،

وہ اس لیے کہ جس کام و مقصد کے لیے مساجد کا قیام عمل میں لایا جاتا ہے اُن مقاصد کے لیے مدارس تعمیر کئے جاتے ہیں اور مساجد دروس قرآن کا اہتمام کیا جاتا ہے تو مدارس میں بھی دروس قرآن کا ایک سلسلہ ہوتا ہے، مساجد کو احادیث کے درس کے لیے استعمال کئے جاتے ہیں، مدارس بھی انہی مقاصد کے لیے قائم کئے جاتے ہیں، مساجد میں ائمہ مساجد اُخوت کا درس دیتے ہیں، تو اہل مدارس مساجد کو وہی ائمہ فراہم کرتے ہیں، مساجد میں اتفاق و اتحاد کے اسباق پڑھائے جاتے ہیں، تو مدارس ایسے مساجد کے لیے درس دینے والے فراہم کرتے ہیں۔ اتفاق و اتحاد کے لیے مدارس کے کردار سے انکار ممکن نہیں مدارس ہی وہ مقامات ہیں جہاں اُخوت و محبت کا درس دیا جاتا ہے جہاں یہ سکھایا جاتا ہے کہ معاشرے کے افراد کے حقوق کا کس طرح خیال رکھا جائے گا۔ یہی وہ مقامات ہیں جہاں ہر فرد کی صحیح معنی میں روحانی تربیت کی جاتی ہے۔ روحانی تربیت کے نتیجے میں وہ انا پرستی کو چھوڑ دیتا ہے اور انا پرستی چھوڑنے کی وجہ سے وہ ہر کسی کو قریب رکھتا ہے اور ہر کسی کو قریب رکھنا ہی اتفاق کی پہلی سیڑھی ہے۔



مدارس کا تعلیمی ڈھانچہ

مدارس اسلامیہ کا تعلیمی ڈھانچہ انتہائی معیاری اور قابل تقلید ہوتا ہے یہاں پر فقط اُخوت و محبت کا درس دیا جاتا ہے۔ معاشرے کی اصلاح کے لیے کوششیں کی جاتی ہیں۔ مدارس اسلامیہ کا نصاب یقیناً کئی خوبیوں کا حامل ہوتا ہے۔ جن کے بنیادی اجزاء قرآن و حدیث ہوتے ہیں۔ قرآن و حدیث کی بنیاد پر مدارس اسلامیہ میں درج ذیل اخلاقی مضامین پڑھے جاتے ہیں۔

(1) حسن اخلاق کی تعلیم

مدارس و مساجد کے اندر کے حسن اخلاق کی تعلیم دی جاتی ہے۔ حسن اخلاق ہی وہ مرکزی نقطہ ہے جس کی بناء پر معاشرے کے افراد اکٹھے ہوتے ہیں جس کی بناء پر معاشرے کے افراد ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھتے ہیں۔ پیار و محبت سے پیش آنا حسن اخلاق کا جزء اعظم ہے۔ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں حسن اخلاق کی بڑی تعریف کی گئی ہے۔

قرآن کریم میں حضور ﷺ کو خطاب ہے: **اِنَّكَ لَعَلٰى خَلْقٍ عَظِيْمٍ** (ن: ۴) ترجمہ :- اور بے شک آپ ﷺ اعلیٰ اخلاق پر ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

لوگوں میں اخلاق کے لحاظ سے سب سے اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔
(بخاری و مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی منقول ہے کہ میں نے دس سال تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کی۔ مجھے آپ ﷺ نے کبھی بھی اُف تک نہیں فرمایا اور نہ ہی کسی کام کے متعلق جو میں نے کیا یہ فرمایا کہ یہ تم نے کیوں کیا؟ اور نہ ہی کسی کام کے بارے میں یہ فرمایا، جو میں نے نہیں کیا کہ تو نے اس طرح کیوں نہ کیا؟ (بخاری و مسلم)

نیز آپ ﷺ کا فرمان ہے: تم میں سے قیامت کے دن مجھے سب سے زیادہ پیارا اور مجھ سے سب سے زیادہ قریب مجلس کے لحاظ سے وہ شخص ہوگا جو اخلاق میں سب سے اچھا ہوگا اور تم میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور زیادہ دُور وہ لوگ ہوں گے جو بہت زیادہ باتیں کرنے والے، بناوٹ کرنے والے اور تکبر سے منہ کھول کر باتیں کرنے والے ہیں۔ (ترمذی)

باہم نرمی اختیار کرنے کی تعلیم

مساجد و مدارس کے اندر باہم نرمی اختیار کرنے کی تعلیم دی جاتی ہے اور یہ سبق اُن کو درج ذیل احادیث مبارکہ سے سکھایا جاتا ہے:

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم : ان اللہ رفیق یحب الرفق فی الامر کلہ ترجمہ : - بے شک اللہ تعالیٰ نرم ہیں اور سارے معاملات میں نرمی کو پسند فرماتے ہیں۔ (متفق علیہ)

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت : ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال : ان اللہ رفیق یحب الرفق ، ویعطي علی الرفق ما لا یعطي علی العنف وما لا یعطي علی ما سواہ (رواہ مسلم)

ترجمہ : - حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والے اور نرمی کو پسند کرنے والے ہیں اور نرمی پر وہ کچھ دیتے ہیں جو سختی پر نہیں دیتے اور نہ ہی اس کے علاوہ کسی اور چیز پر دے دیتے ہیں۔

عن عائشة رضی اللہ عنہا ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال : ان الرفق لا یكون فی شیء الا زانه ولا ینزع من شیء الا شانہ (رواہ مسلم)

ترجمہ : - حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نرمی جس چیز میں ہوتی ہے اس کو مزین کر دیتی ہے اور جس چیز سے نرمی کو نکال لی جاتی ہے اس کو عیب دار کر دیتی ہے۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال : بال اعرابی فی المسجد فقام الناس الیہ لیقعوا فیہ ، فقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : دعوه واریقوا علی بولہ سجلاً من الماء او ذنوباً من ماء ، فانما بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین۔ (رواہ البخاری)

ترجمہ :- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک دیہاتی نے مسجد میں پیشاب کر دیا۔ لوگ اٹھے تاکہ اُسے سزا دیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ اس کو چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر پانی کا ایک ڈول بہا دو۔ بے شک تم تو آسانی والے بنا کر بھیجے گئے ہو سختی والے بنا کر نہیں بھیجے گئے ہو۔

اس وصف عالی، اخلاق عالیہ کو عام کرنے سے ہی اتفاق و اتحاد کی فضا قائم ہوگی۔ اخلاق ہی وہ منفرد دولت ہے جس کی مانند کوئی دولت نہیں اور یہ وہ حسن ہے جس کی مانند کوئی حسن نہیں۔ اسے اختیار کرنے سے معاشرے کے افراد خود بخود آپ کے قریب آتے جائیں گے۔

ایشار و ہمدردی کی تعلیم

مساجد و مدارس کے اندر ایشار و ہمدردی کی تعلیم دی جاتی ہے اور ایشار

وہم درودی کی وجہ سے باسانی معاشرے کو متحد رکھا جاسکتا ہے اور یہ سبق طلبہ و دیگر افراد کو درج ذیل احادیث مبارکہ سے سکھایا جاتا ہے:

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : طعام الاثنین کافی الثلاثة ، وطعام الثلاثة کافی الاربعة (متفق علیہ) وفی روایۃ لمسلم عن جابر رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال : طعام الواحد یکفی الاثنین وطعام الاثنین یکفی الاربعة وطعام الاربعة یکفی الثمانیۃ -

ترجمہ :- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دو کا کھانا تین کے لیے کافی ہے اور تین کا کھانا چار کے لیے کافی ہے۔ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مسلم کی روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک کا کھانا دو کے لیے کافی ہے اور دو کا کھانا چار کے لیے کافی ہے اور چار کا کھانا آٹھ کے لیے کافی ہے۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال : جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال : جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال : ائی مجهودٌ فارسل الی بعض نساءہ فقال: والذی

بعثك بالحق ما عندي إلا ماء ، ثم ارسل اليّ أخريّ فقالت مثل ذلك ، حتى قلن كلهن مثل ذلك لا والذّي بعثك بالحق ما عندي إلا ماء .

فقال النبي صلى الله عليه وآله وسلم : « من يضيف هذا الليلة ؟

فقال رجل من الانصار : انا يا رسول الله فنطلق به اليّ رحله

فقال لامراته : اكرمي ضيف رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم

وفى رواية قال لامراته : هل عندك شيء ؟ قالت : لا ، الا قوت صبياني . قال : فعللهم بشيء ، واذا ارادوا العشاء فنؤمهم واذا دخل ضيفاً فاطفيء السراج واياه انا ناكل فقعدوا واكل الضيف وبتا طاويعين ، فلما اصبح غدا على النبي صلى الله عليه وآله وسلم فقال : لقد عجب الله من صنعكم اضيفكم الليلة (متفق عليه)

ترجمہ :- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں بھوک سے بڑھال ہوں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بعض ازواج مطہرات کے ہاں پیغام بھیجا، انہوں نے جواب دیا۔ قسم ہے اُس ذات کی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا۔ میرے پاس پانی کے سوا کچھ نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسری بیوی کی طرف پیغام بھیجا۔ انہوں نے بھی اسی طرح کا جواب دیا۔ یہاں تک کہ تمام نے اسی

طرح کا جواب دیا کہ جس ذات نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میرے پاس پانی کے سوا اور کچھ نہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس مہمان کی آج مہمانی کون کرے گا؟ ایک انصاری نے کہا میں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! پس وہ اس کو لے کر اپنے گھر گیا اور اپنی بیوی کو کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مہمان کا اکرام کرنا اور ایک روایت میں ہے کہ اپنی بیوی کو کہا کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ اُس نے کہا کچھ نہیں سوائے میرے بچوں کی خوراک کے۔ اُس نے کہا ان کو بہلاؤ جب وہ رات کا کھانا مانگیں پھر ان کو سلا دو۔ جب ہمارا مہمان داخل ہو تو دیا گل کر دینا اور ظاہر یہ کرنا کہ ہم بھی کھانا کھا رہے ہیں۔ پس وہ بیٹھ گئے۔ مہمان نے کھانا کھالیا اور ان دونوں (میاں بیوی) نے بھوکے رات گزاری۔ جب صبح ہوئی اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہارے مہمان کے ساتھ سلوک پر بہت خوش ہوئے۔ (بخاری و مسلم)

عجز و انکساری کی تعلیم

مدارس اسلامیہ کا خاصہ ہے کہ وہاں بسنے والے تمام افراد میں جہاں دوسری خوبیاں پائی جاتی ہے وہاں اُن کے اندر تواضع جیسی اعلیٰ صفت بھی موجود

پاؤں گے اور تواضع یعنی عجز و انکساری کا معاشرے کے جوڑ میں ایک نمایاں کردار ہے۔ قرآن کریم تواضع اختیار کرنے والوں کی مدح بیان کرتا ہے اور جو لوگ تواضع اختیار نہیں کرتے اُن کی مذمت بیان کرتا ہے۔ یہی حال احادیث مبارکہ کا بھی ہے۔ احادیث مبارکہ میں بھی تواضع اختیار کرنے والوں کی بڑی تعریف بیان کی گئی اور تکبر کی مذمت بیان کی گئی ہے۔ اولاً ذیل میں تواضع سے متعلق قرآنی آیات و احادیث نقل کی جاتی ہے پھر اُس کے بعد تکبر کی مذمت سے متعلق قرآنی آیت و احادیث نقل کی جائے گی۔

قرآنی آیت

قرآن کریم میں ہے: **واخفض جناحك لمن اتبعك من المؤمنين (الشعراء: ۸۸)**

ترجمہ: - اور تو ان مؤمنوں کے لیے جو تیرے پیروکار ہیں اپنے بازو کو جھکا دے۔

احادیث مبارکہ

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:-

عن عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ قال : قال رسول اللہ ﷺ : ان اللہ اوحى الی ان تواضعوا حتی لا یفخر احد

علی احد ولا یبغی احد علی احد۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ :- حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی ہے کہ تم تو اضع (عاجزی و انکساری) اختیار کرو۔ یہاں تک کہ تم میں سے کوئی بھی دوسرے پر فخر نہ کرے نہ دوسرے پر زیادتی کرے۔ (مسلم)

مدارسِ اسلامیہ میں تو اضع کی عملاً تعلیم دی جاتی ہے ہر کوئی جانتا ہے کہ مدارسِ اسلامیہ سے تعلق رکھنے والے اپنوں اور دوسروں کے حقوق کا بہت ہی زیادہ خیال رکھتے ہیں اور یہ وصف اُن کو مدارس ہی میں سکھایا جاتا ہے اس وصف کے نتیجہ میں ہر کوئی اُن سے اور وہ ہر کسی سے محبت کرنے لگتا ہے جس کی وجہ سے اتحاد کا ماحول بنتا چلا جاتا ہے۔

تکبر کی مذمت

اتفاق و اتحاد کو جس چیز کی وجہ سے زیادہ نقصان پہنچا ہے وہ انسان کا تکبر ہے۔ ذیل میں تکبر کی مذمت سے متعلق آیات و احادیث نقل کئے جاتے ہیں:-

قرآنی آیات

قرآن کریم میں ہے:- ولا تمش فی الارض مرحا (الاسراء: ۳۷)

ترجمہ :- اور زمین پر تو اُکڑ کر مت چل۔

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

وَلَا تَصْعَدُ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرْحًا إِنَّ اللَّهَ
لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ (لقمان: ۱۸)

اور تو اپنے رخسار کو لوگوں کے لیے مت پھلا اور زمین پر اُکڑ کر نہ چل۔
بے شک اللہ تعالیٰ ہر متکبر اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتے۔
ایک اور جگہ فرمانِ الہی ہے :-

إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوسَىٰ فَبَغَىٰ عَلَيْهِمْ وَآتَيْنَاهُ مِنَ
الْكُنُوزِ مَا إِنَّ مَفَاتِيحَهُ لَتَنُوءَ بِالْعُصْبَةِ أُولَى الْقُوَّةِ إِذْ قَالَ لَهُ
قَوْمُهُ لَا تَفْرَحْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ (القصص: ۶۷-۶۸)

ترجمہ:- بے شک قارون موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے تھا۔ پس اُس
نے سرکشی کی ہم نے اُس کو اتنے خزانے دیئے کہ جن کی چابیاں ایک طاقتور
جماعت کو بوجھل کر دیتی تھیں۔ جب اس کو اس کی قوم نے کہا مت اتر او۔
بے شک اللہ تعالیٰ اُکڑنے والے کو پسند نہیں کرتے۔۔۔ (القصص)

فرمانِ نبوی ﷺ ہے:- عن عبد الله بن مسعود رضی الله
عنه عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم قال: لا يدخل
الجنة من كان في قلبه مثقال ذرة من كبرٍ فقال رجل: ان

الرجل يحب ان يكون ثوبه حسناً و نصله حسنة ؟ قال :
ان الله جميل و يحب الجمال الكبر بطر الحق و غمط
الناس۔ (رواه مسلم)

ترجمہ :۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ آدمی جنت میں داخل نہ ہوگا جس کے دل میں ایک ذرے کے برابر تکبر ہو۔ ایک شخص نے پوچھا بے شک آدمی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے خوبصورت ہوں اور اُس کے جوتے خوبصورت ہوں۔ ارشاد فرمایا : بے شک اللہ تعالیٰ جمال والے ہیں اور جمال کو پسند کرتے ہیں۔

عن سلمة بن الاكوع رضی اللہ ان رجلاً اكل عند رسول
الله صلى الله عليه وآله وسلم بشماله فقال : كل بيمنك
قال : لا استطيع قال : لا استطعت : ما منعه الا الكبر قال
: فما رفعها الي فيه (رواه مسلم)

ترجمہ :۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے منقول ہے ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بائیں ہاتھ سے کھایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے دائیں ہاتھ سے کھا۔ اُس نے کہا میں

طاقت نہیں رکھتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ کرے کہ تو طاقت نہ رکھے۔ اس کو تکبر نے اس بات سے روکا تھا۔ حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ پھر وہ اپنا دایاں ہاتھ منہ کی طرف نہیں اٹھاسکا۔ (مسلم)

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال : بینما رجل یمشی فی حلة تعجبه نفسه مرجل راسه یختال فی مشیتہ اذ خسف اللہ بہ فهو یتجلجل فی الارض الی یوم القیامة (متفق علیہ)

ترجمہ :- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایک آدمی اپنے جوڑے میں چل رہا تھا اور اس کو اپنا آپ اچھا معلوم ہو رہا تھا اس کے سر پر کنگھی کی ہوئی تھی اپنی چال پر وہ اتر رہا تھا۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے اس کو زمین میں دھنسا دیا۔ پس وہ زمین میں قیامت تک دھنستا رہے گا۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال : لا ینظر اللہ یوم القیمة الی من جر ازارہ بطراً (متفق علیہ)

ترجمہ :- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص کو نہیں دیکھے گا جس نے تکبر کی وجہ سے اپنی چادر کو کھینچا۔ (بخاری و مسلم)

مندرجہ بالا تمام آیات و احادیث سے ہمیں یہی سبق سکھایا جاتا ہے کہ ہم عاجزی اختیار کریں اور تکبر سے بچیں اور اس میں کامیابی ہے۔ یہی سبق مدارس اسلامیہ کے اندر پڑھلایا جاتا ہے۔ یہ بات بالکل روز روشن کی طرح عیان ہے کہ جس معاشرے میں افراد میں عاجزی کی صفت آئے گی وہاں از خود اتحاد و اتفاق کی فضا قائم ہوگی اور جہاں پر لوگ اپنے آپ کو بڑا سمجھیں گے وہاں کے لوگ عدم اتفاق کی بومحسوس کریں گے۔ تکبر ہی وہ زہر قاتل ہے جس کی بناء پر تکبر اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر خیال کرتا ہے۔ اور اپنے آپ کو دوسروں کو پر فوقیت دیتا ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ وہ دوسروں سے الگ رہنا پسند کرتا ہے دوسروں سے دور رہنے کو ترجیح دیتا ہے۔ دوسروں سے تعلق قائم کرنے میں عار محسوس کرتا ہے۔ جس کا آخری نتیجہ عدم اتفاق کی صورت میں نکل آتا ہے۔

لمحہ فکریہ

ہمارے درمیان اتحاد کی باتوں کے باوجود اتحاد قائم نہیں ہوتا۔ ہمارا ہر قائد اتحاد کی باتیں کرتا ہے مگر عملاً اس کے الفاظ بالکل بے اثر ہو کر رہ جاتے ہیں

- اس کی وجہ یہی ہے کہ کوئی اپنے اس کہنے میں سنجیدہ نہیں ہر آدمی اتحاد کا پیغام دینے کا کریڈٹ تو لینا چاہتا ہے مگر وہ اس کے عملی تقاضے پورا کرنے کے لیے تیار نہیں۔ لوگ جو کچھ کہتے ہیں کرتے نہیں کیونکہ وہ اس کی قیمت دینا نہیں چاہتے۔ اتحاد کی واحد لازمی قیمت اپنی بے اتحادی کو ختم کرنا ہے۔ جب تک آدمی اپنی بے اتحادی کو ختم نہ کرے اتحاد قائم نہیں ہو سکتا۔ جو آدمی اتحاد کی دعوت دے رہا ہے وہ خود بھی انہیں میں سے ایک ہے جن کے ملنے سے مطلوبہ اتحاد پورا ہوگا پھر اگر وہ اپنے کو اس میں شامل نہ کرے تو اتحاد کی تکمیل کس طرح ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ اپنے کو دوسروں کے ساتھ شامل کرنے کا نام اتحاد ہے اور اپنے کو دوسرے سے الگ کرنے کا نام اختلاف ہے۔ اور یہ انا کی قربانی کے بغیر وجود میں نہیں آسکتا۔ جب تک ہم اپنے انا کی قربانی نہیں دیں گے ہمارا اتحاد کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوگا۔ اسی انا کو مٹانے کے لیے مساجد و مدارس کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ مساجد و مدارس میں اس انا پرستی کا روحانی علاج کیا جاتا ہے۔ انا پرستی عبادت سے ختم ہوتی ہے۔ انا پرستی عاجزی اختیار کرنے سے ختم ہوتی ہے۔ اگر ہم اپنی انا کی قربانی نہیں دیں گے تو ہمارا ہی نام و نشان مٹ جائے گا۔

بقول علامہ اقبال

ہے زندہ فقط وحدتِ افکار سے ملت
وحدت ہو فنا جس سے وہ الہام بھی الحاد

فرد قائم ربطِ ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں

☆☆☆☆

تمت بحمد اللہ تعالیٰ وبتوفیقہ (16 اگست 2023ء)
وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین
ومن تبعہم باحسان الی یوم الدین . آمین یا رب العلمین

☆☆☆☆☆☆

**Get more e-books from www.ketabton.com
Ketabton.com: The Digital Library**